عہد صحابہؓ میں اصول فقہ کا ارتقاء-تحقیقی مطالعہ

ڈاکٹر اصغر علی خان*

ڈاکٹر طاہر اسلم**

Islamic jurisprudence comprises of the laws that govern a Muslim daily life. The Prophet Muhammad explained and practically demonstrated these laws. The jurists studied the Quran and the Prophet's life and they adopted a refined methodology is known as the Principles of Jurisprudence. During the Prophet'stime, the foundations and principles of jurisprudence were established. Later on the companions of Prophet (PBUH), however, tried their best to base their decisions on the Quran and the Sunah.They aspired to keep their decisions and personal judgments as much close to those of the Prophet (PBUH) as possible. Despite their differernces, they did not, in any way, deviate from the spirit of the Quran and Sunnah. This period witnessed the spread of Islam beyond the Arabian Peninsula and with the result the Muslims interacted with various other non-Arabcommunities, which subsequently resulted in more new issues that required Sharia rulings and verdicts. The jurists were required to apply themselves in resolving these matters. This period of Companions was one the great academic progress in which the laws of jurisprudence formed the basis of the constitution for the society.Thus the duty of the later scholars was to utilize these and deduce rulings on new issues. In this study we shall analysis the development of Islamic jurisprudence during the time of Companions (Sahaba).

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں دنیا سے تشریف لے گئے کہ صحابہؓ کے فہم و تفقہ اور تدین پر آپ کو مکمل شرح صدر تھا اور آپ نے ایک طرف صحابہؓ کا تزکیہ کر کے ان کو آئندہ نسلوں کیلئے نمونہ عمل بنایا اور دوسری جانب علومِ نبوت میں سے جس قدر قیامت تک امت کی رہنمائی کیلئے ضروری تھا حضرات صحابہؓ کو منتقل فرما گئے۔

چنانچہ غیر منصوص مسائل کے حل شرعی کیلئے اجتہاد و استنباط کی جو تربیت اور تعلیم آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

* اسسٹنٹ پروفیسر، میرپور یونیورسٹی برائے سائنس و ٹیکنالوجی، آزاد جموں کشمیر۔

** چیئرمین، شعبہ علوم اسلامیہ، میرپور یونیورسٹی برائے سائنس و ٹیکنالوجی، آزاد جموں کشمیر۔

فرمائی تھی وہ عہد صحابہؓ میں نکھر کر سامنے آئی۔ باب وحی بند ہو جانے کے بعد اب ہدایت ربانی پر مطلع ہونے کے بنیادی ذرائع قرآن مجید اور سنت نبویہ ہی تھے۔ فہم نصوص کیلئے وضع قواعد کی حضرات صحابہؓ کو بوجہ عربی النسل ہونے کے چنداں احتیاج نہیں تھی۔ البتہ غیر منصوص مسائل کی طرف منصوص احکام کا تعدیہ اجماعاً وانفراداً حضرات صحابہؓ سے ثابت ہے اور اس میں پیش نظر رہنے والے مناہج کی بھی بعض اوقات تصریح خود اقوال صحابہؓ میں ہی موجود ملتی ہے۔ اس لیے یہ کہنا بے جا نہیں ہے کہ "علم اصول فقہ" کی حیثیت اول جو عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بصورت اصول اجتہاد رکھی گئی تھی اس پر اس رفیع الشان علم کی عمارت عہد صحابہؓ میں نظر آنے لگی۔ سطور ذیل میں اس نکتہ کی توضیح پیش کی جائے گی۔

حضرات صحابہؓ کا اجتہادی منہج:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے اجتہادات میں جن مصادر سے استدلال کیا ان کی تفصیل اور منہج اجتہاد کی توضیح خود حضرات صحابہؓ سے منقول ہیں۔ چنانچہ میمون بن مہران راوی ہیں کہ:

> کا ن ا بو بکر رضی ا للّٰہ عنہ ا ذا ور د علیہ خصم نظر فی کتا ب ا للّٰہ
> فان و جد فیہ ما یقضی بہ قضی بہ بینھم فا ن لم یجد فی الکتٰب نظر
> ھل کانت من ا لنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیہ سنۃ فا ن علمھا قضی بھا
> وان لم یعلم خر ج فسأل ا لمسلمین فقا ل اُتا فی کذا و کذا فنظر ت
> فی کتا ب اللّٰہ و فی سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلم أجد فی ذلک
> شیأفھل تعلمو ن أن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضی فی ذلک بقضاء
> فر بما قا م ا لیہ ا لر ھط فقا لو انعم قضی فیہ بکذا ا و کذا فیأ خذ
> بقضا ء رسو ل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قا ل جعفر قا ل میمو ن ا ن ابا بکر
> رضی ا للّٰہ کا ن یقو ل عند ذلک ا لحمد للّٰہ الذی جعل فینا من
> یحفظ عن ر آہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وان أعیا ہ ذلک دعا رؤو س ا
> لمسلمین و علما ؤھم فا ستشا ر ھم فا ذا ا جتمع ر أیھم علی ا لأمر
> قضی بہ. ا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب فیصلہ در پیش ہوتا تو کتاب اللہ میں غور کر کے فیصلہ فرما دیتے اور اگر کتاب اللہ میں پیش آمدہ مسئلہ کا حل موجود نہ پاتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی طرف رجوع کرتے اگر کوئی حدیث مل جاتی تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے اگر ان کے علم میں اس کے متعلق کوئی حدیث نہ ہوتی تو مسلمانوں سے دریافت کرتے

> کہ اس مسئلہ کا حل کتاب وسنت میں غور وفکر کے بعد بھی مجھے نہیں مل سکا کیا تم جانتے ہو کہ حضور نے اس کے بارے میں کچھ فیصلہ دیا ہے کبھی بعض لوگ بتاتے کہ حضور نے یہ فرمایا ہے تو حضرت ابوبکرؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کر دیتے اور اگر کوئی ان کو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہ ملتی تو سرکردہ حضرات اور علماء کو جمع کر کے مشورہ فرماتے اور جب ان سب کی رائے کسی نکتہ پر مجتمع ہو جاتی تو اس کے مطابق فیصلہ فرما دیتے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مبارک عہد میں ہی ''اجماع'' مصدر شریعت اور ماخذ فقہ کے طور پر سامنے آگیا جبکہ عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں اجماع مقصود نہیں تھا۔ دیگر حضرات صحابہؓ کا منہج اجتہاد بھی تقریباً یہی ہے۔ چنانچہ میمون بن مہران ہی راوی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا منہج بھی حضرت ابوبکر صدیق و الا ہے البتہ فرق یہ ہے کہ وہ رائے اور قیاس کی طرف رجوع کرنے سے قبل ایک نئے مصدر کا اضافہ کرتے ہیں کہ:

> "هل كان أبو بكر قضى فيه بقضاء فان كان لابى بكر قضاء قضى به". ۲
>
> ''یعنی اگر اس مسئلہ میں حضرت ابوبکرؓ کا کوئی فیصلہ موجود ہوتا تو آپ اس کے مطابق فیصلہ فرما دیتے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مشہور مکتوب جو قاضی شریح کے نام ہے بھی حضرات صحابہؓ کے منہج اجتہاد کی توضیح کرتا ہے۔ وہ خط یہ ہے:

> "اذا جاءك شيء في كتاب الله فاقض به و لا يغلبنك عليه

الرجال و اذا جاءك ما ليس في كتاب الله عزو جل فانظر في سنة رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاقض بها فان كان أمرا ليس في كتاب الله عزوجل ولم يكن في سنة رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فانظر ما أجمع عليه الناس فخذبه فان كان مما ليس في كتاب الله عزو جل و لا في سنة رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولم يتكلم فيه قبلك أحد فاختر أى الامرين شئت ان شئت أن تجتهد رأيك وتقدم فتقدم وان شئت أن تتأخر فتأخر الا وان التاخير خيرلك"۔ ۳

''جب تمہیں کتاب اللہ میں دلیل مل جائے تو اس کے ساتھ فیصلہ کرو اور فیصلہ میں آدمی تم پر غالب نہ آئیں اور اگر مسئلہ ایسا ہے کہ کتاب اللہ سے دلیل تمہیں میسر نہیں ہوتی تو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرو اور اس کے مطابق فیصلہ کرو اور اگر کتاب وسنت دونوں سے حکم نہ مل سکے تو دیکھو کہ لوگوں کی اجماعی رائے کیا ہے اس کے مطابق عمل کرو اور اگر مسئلہ قرآن وسنت میں بھی نہیں ہے اور تم سے پہلے کسی نے اس پر کلام بھی نہیں کیا تو تمہیں دو امور میں سے ایک کا اختیار ہے ایک یہ کہ اپنی رائے سے اجتہاد کرو اور فیصلہ کرو اور اگر تم چاہو تو فیصلہ مؤخر کرو اور یہ تاخیر تمہارے لیے بہتر ہے''۔

حضرات صحابہؓ کے منہج اجتہاد میں جو بات نہایت ہی واضح انداز میں موجود ہے وہ یہ ہے کہ تمام صحابہ تقدیم نصوص کے قائل تھے۔ چنانچہ ذیل میں ہم مختلف صحابہ کے منہج کی وضاحت کریں گے جس سے یہ نکتہ مزید مبرھن ہوکر سامنے آئے گا۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ فرماتے ہیں کہ:

"من عرض له منكم قضاء بعد اليوم فليقض بما في كتاب الله فان جاء أمر ليس في كتاب الله فليقض بما قضى به نبيه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فان جآء أمر ليس في كتاب الله ولا قضى به نبيه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فليقض بما قضى به الصالحون فان جاء أمر ليس في كتاب الله ولا قضى به نبيه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولا قضى به الصالحون فليجتهد رأيه"۔۴

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے جس کو فیصلہ درپیش ہو وہ اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرے اگر کتاب اللہ میں نہ پائے تو آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ کے مطابق عمل کرے اور اگر کتاب وسنت دونوں میں مسئلہ نہ پائے تو سلف صالحین کے فیصلہ کو معیار بنائے اور اگر اس مسئلہ میں سلف صالحین کا فیصلہ بھی موجود نہ ہو تو پھر اپنی رائے سے اجتہاد کرے''

اسی کے قریب تر ہے وہ بات جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ:

''كان ابن عباسؓ اذا سئل عن الأمر فان كان في القرآن أخبر به وان لم يكن في القرآن وكان عن رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أخبر به فان لم يكن في القرآن ولا عن رسول الله وكان عن أبي بكر وعمر أخبر به فان لم يكن في شيئ عن ذلك اجتهد رأيه''۔۵

''جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو اگر قرآن میں ہوتا تو اسے بیان فرما دیتے اور اگر قرآن پاک میں نہ ہوتا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہوتا تو اسے بیان فرماتے اور اگر قرآن مجید میں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول نہ ہوتا تو اگر حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہوتا تو بیان فرماتے ان میں سے کسی میں بھی نہ ہوتا تو اجتہاد رائے سے کام لیتے''۔

حضرات صحابہؓ کے اجتہاد کا دائرہ کار:

انقطاع وحی کے بعد دائرہ اجتہاد میں توسیع ایک معقولی اور منطقی امر ہے کہ صاحب وحی کی موجودگی میں امکان وحی کی وجہ سے اور خود صاحب وحی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے بھی دائرہ اجتہاد تقریباً قیاس تک محدود تھا

جیسا کہ ماقبل میں تفصیل کے ساتھ اس کی توضیح کردی گئی ہے۔

لیکن عہد رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد عہد صحابہؓ میں اجتہاد کا دائرہ ذرا وسیع ہوا اور صحابہ کو غیر منصوص مسائل کے علاوہ بھی اجتہاد کی ضرورت پیش آتی۔ چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجتہادی تصرفات کے تتبع اور غور وفکر کے بعد محققین کے نزدیک حضرات صحابہؓ کو جن مشکلات میں اجتہاد کی ضرورت پیش آتی تھی وہ تین قسم پر مشتمل ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ا۔ وہ جزوی مسائل جن میں خاص طور پر کوئی نص شرعی موجود نہ ہو ایسے واقعات جن کی نظائر اور امثال عہد رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش آئیں لیکن وہ نظائر مخصوص شرائط و حالات پر مبنی تھیں اب حالات کی تبدیلی کے بعد ان واقعات کی تطبیق کے لیے اجتہاد جس مسئلہ میں متعدد نصوص وارد ہوں اور بظاہر متعارض ہوں یا مراد کے یقین کے اعتبار سے غامض ہوں تو ان میں رفع تعارض اور یقین مراد کے لیے اجتہاد۔

اجتہاد صحابہؓ کی اَمثلہ:

توضیح مسئلہ کے لیے چند اَمثلہ نقل کی جاتی ہیں ورنہ حضرات صحابہؓ کے اجتہاد و تفقہ پر مستقل کتب تصنیف کی گئی ہیں۔

صحابہؓ کے انفرادی اجتہاد کی اَمثلہ ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔

لفظ ''کلالہ'' کی تفسیر اور تفہیم میں صحابہ کرامؓ کے سوال پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ

"أقول فيها برأيي فان كان صوابا فمن الله هو ما دون الولد والوالد" قال فلما كان عمر رضي الله عنه قال :اني لاستحيي من الله أن اخالف ابابكر " ۶

''کلالہ'' کا مفہوم میں اپنی رائے سے بیان کرتا ہوں اگر درست ہوا تو یہ اللہ کی طرف سے ہوگا اور اگر غلط ہوا تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے میری رائے یہ ہے کہ کلالہ اس شخص کو کہتے ہیں جس کے نہ والدین ہوں نہ اولاد جب حضرت عمر خلیفہ بنے تو فرمایا کہ مجھے اس بات پر اللہ سے حیا آتی ہے کہ میں اس چیز کا رد کروں جس کے قائل

ابوبکر ہیں''۔

اسی طرح عبداللہ بن مسعودؓ سے سوال کیا گیا کہ

أنہ سئل عن رجل تزوج امرئۃ ولم یفرض لھا صداقاولم یدخل بھاحتی مات فقال ابن مسعودلھا مثل صداق نسائھالاوکس ولا شطط و علیھاالعدت و لھا المیراث فقام معقل بن سنان الاسشجعی فقال قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی بروع بنت واشق امراۃ منامثل ماقضیت ففرح بھاابن مسعود۔ ۷

کہ ایک آدمی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور مہر مقرر نہیں کیا اور دخول سے قبل ہی مر گیا تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس عورت کے لیے مہر مثل ہے جس سے کمی زیادتی نہ کی جائے اور وہ عدت گزارے گی اور میراث کی حقدار ہے یہ سن کر معقل بن سنان اشجعی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بروع بنت واشق کے معاملے میں آپ کی مثل ہی فیصلہ فرمایا تھا۔ چنانچہ اس سے حضرت عبداللہ بن مسعود کو نہایت مسرت ہوئی۔

ایسے ہی حضرات صحابہ کرامؓ نے شورائی اور اجماعی انداز میں بھی اجتھاد واستنباط سے کام لیا۔ چنانچہ محصن مردوں پر تہمت لگانے پر حد قذف کو محصن عورتوں پر تہمت پر قیاس کرنا اور شکاری کتے کے ماسوا دیگر شکاری جانوروں کے شکار کو کتے پر قیاس کرنا اور شرب خمر کی حد کی تعین حضرات صحابہ کرام کے اجماعی اجتھاد کی بہترین مثالیں ہیں۔ اسی وجہ سے بعض اوقات کسی مسئلہ میں حضرات صحابہ کی آراء مختلف بھی ہو جاتی تھیں۔

صحابہؓ کے اجتہادات میں اختلاف کی امثلہ:

۱۔ متوفی عنھا زوجھا حاملہ (یعنی وہ عورت جس کا خاوند انتقال کر جائے اور وہ حاملہ ہو) کی عدت کے بارے میں صحابہ کرامؓ کے مابین مشہور اختلاف ہوا کہ وہ کتنی ہے۔

حضرت عمرؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک اس کی عدت وضع حمل ہے اور حضرت علیؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کے نزدیک عدت أبعد الأجلین ہے۔۸

فریق اول کا مستدل آیت قرآنی۔

"وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ "۔۹

''اور فریق ثانی دوسری آیت سے استدلال کرتا ہے وہ آیت یہ ہے کہ:

" وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجاً يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْراً "۔۱۰

۲۔ دوسری مثال مطلقہ کی عدت کی انتہاء کے بارے میں حضرات صحابہؓ کا مشہور اختلاف ہے۔ جس میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عمر اور جمہور صحابہ کی رائے یہ ہے کہ حیض ثالث کے بعد غسل کر کے عورت کی عدت ختم ہوگی۔ جبکہ حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عائشہؓ کا فتوٰی یہ ہے کہ تیرا حیض شروع ہوتے ہی عدت ختم ہو جائے گی اور یہ اختلاف درحقیقت لفظ القروء کے معنی میں اختلاف پر مبنی ہے کہ اس سے مراد حیض ہے یا طہر ہے۔۱۱

بہرکیف صحابہ کرامؓ کے یہی متنوع اجتہادات واستنباطات جو مناہج اصولیہ کو متضمن ہیں علم اصول فقہ کی اولین کونپلیں ہیں۔ جن کو آئمہ مجتہدین اور اصولیین نے ایک تناور درخت کی شکل دی۔ آئندہ سطور میں حضرات صحابہؓ کے اجتہادات میں ملحوظ مناہج اصولیہ پر ایک جامع نظر ڈالی جائے گی۔

صحابہ کرامؓ کے اجتہادات میں پیش نظر رہنے والے اصولی قواعد:

یہ بات تو مبرہن ہو چکی ہے کہ اجتہاد کے لیے کسی منہج کا وجود ضروری امر ہے اور حضرات صحابہ کرامؓ بھی اپنے اجتہادات میں اس کا التزام فرماتے تھے اگر چہ ہر مقام پر اس منہج کی تصریح نہ کی گئی ہو۔

چنانچہ سب سے پہلے ہم ''قیاس'' کو دیکھتے ہیں جو کہ اصول فقہ کا معظم مقصود اور اہم بحث ہے۔

صحابہ کرامؓ اور قیاس:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے اجتہادات میں قیاس سے بہت کام لیا حتیٰ کہ بعض حضرات نے صحابہؓ کے اجتہادات کو قیاس میں ہی منحصر سمجھا۔ جیسا کہ آئندہ اوراق میں اس کی تفصیل زیر بحث لائی جائے گی۔ اور یہ منہج اصولی یعنی قیاس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجماع واتفاق سے ایک اصل ومصدر قرار پایا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس کی بے شمار امثلہ منقول ہیں۔ جن میں سے

ایک مشہور مثال مانعین زکوۃ کے خلاف جہاد کی دلیل کے طور پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا زکوۃ کو نماز پر قیاس کرنا ہے جس کو حضرت عمرؓ سمیت تمام صحابہؓ نے تسلیم کیا۔

دوسری بڑی جاندار مثال وہ ہے جسے ابن خلدون نے نقل فرمایا ہے کہ:

"ولقد يشهد له ذلك استدلال الصحا بة في شأ ن أبي بكر رضي الله عـنـه بـاسـتـخلا فه في الصلاة علٰى استخلافه في السيا ستفي قو لهم " ارتضاه رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لدیننا أفلا نر ضا ه لد نيا نا" ۱۲

صحابہ کرامؓ کا حضرت ابوبکرؓ کے نماز میں استخلاف سے سیاست میں استخلاف پر استدال کرنا اس بات کی دلیل ہے۔ اور صحابہ کا یہ استدلال ان کے اس قول میں موجود ہے کہ ابوبکرؓ کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے دین کیلئے پسند کیا تو کیا ہم اس کو اپنی دنیا کیلئے پسند نہ کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معروف خط جو حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کے نام لکھا گیا وہ بھی استعمال قیاس پر صریح دلیل ہے۔ خط کے الفاظ یہ ہیں۔

"الـفهـم الـفهـم فيـمـا يـختلج في صدرك ممالم يبلغك في الكتب او السنة أعرف الأمثا ل والأشباه ثم قس الأمو ر عند ذلك فا عمدالى أحبها عند الله وأشبهها با لحق فيما ترى" ۱۳

جو مسائل تجھے کتاب وسنت میں نہیں ملے اور ان کے بارے میں تمہیں شرح صدر نہیں ہے تو خوب غور وتفکر سے کام اور امثال ونظائر کو پہچان کر امور کو ان پر قیاس کرو اور تمہاری رائے میں ان میں جو اللہ کا زیادہ پسندیدہ اور حق کے زیادہ مشابہ ہے اس کو حکم کا مدار بناؤ۔

ابن خلدون (م۸۰۸) لکھتے ہیں:

"ثم نـظـر نـافـي طـرق اسـتدلال الصحابة والسلف بالكتاب والسنة فإذاهم يقيسون الأ شباه بالأشباه منهما وينا ظرون الأمثا ل بالأمثال بـا جـمـا ع مـنـهـم وتـسـليـم بـعـضـهم لبعض في ذلك فإن كثير امن

الواقعات بعده صلوات الله وسلامه عليه لم تندرج في النصوص الثابتة فقاسوها بما ثبت والحقوها بما نص عليه بشروط في ذلك الالحاق تصحح تلك المساواة بين الشبهين أو المثلين حتى يغلب على الظن أن حكم الله تعالىٰ فيهما واحد وصاد ذلك دليلا شرعيا باجماعهم عليه وهو القياس"۔ ۱۴

پھر ہم نے صحابہؓ اور سلف کے کتاب وسنت سے استدلال میں غور وفکر کیا تو معلوم ہوا کہ وہ نظائر واشباہ کو ایک دوسرے پر قیاس کرتے اور یہ طریقہ ان کے مابین اجماعی اور مسلم ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بے شمار واقعات کا حکم منصوص نہیں ملتا تو وہ ان کو منصوص پر قیاس کرتے ہیں اور کچھ ایسی شروط کے ساتھ جو مقیس ومقیس علیہ کے مابین مساوات کو درست قرار دیں ان واقعات کو منصوص کے ساتھ ملحق کرتے یہاں تک کہ ظن غالب ہو جاتا کہ دونوں نظیروں میں اللہ کا حکم ایک ہی ہے اور یہ طریقہ استدلال صحابہؓ کے اجماع سے ایک شرعی دلیل بن گیا جس کا نام قیاس ہے۔

ابن قیم الجوزیہ ۱۵ ے 'فصل الصحابةؓ يجتهدون ويقيسون '' کے عنوان سے مستقل فصل قائم کر کے لکھتے ہیں کہ:

"وقد كان أصحاب رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يجتهدون في النوازل ويقيسون بعض الأحكام على بعض ويعتبرون النظير بنظيره"۔ ۱۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ نئے پیش آمدہ مسائل میں اجتہاد سے کام لیتے تھے اور بعض احکام کو بعض پر قیاس فرماتے تھے اور نظیر پر نظیر کا حکم جاری کرتے تھے۔ ابن تیمیہ رقمطراز ہیں:

"والصحابةؓ كانوا يحتجون في عامة مسائلهم بالنصوص كما هو مشهور عنهم وكانوا يحتجون رأيهم ويتكلمون بالرأى ويحتجون بالقياس الصحيح ايضاً"۔ ۱۶

''حضرات صحابہؓ اپنے عمومی مسائل میں نصوص سے ہی دلیل پکڑتے تھے جیسا کہ ان کے بارے میں مشہور ہے اور اپنی رائے سے بھی گفتگو فرماتے اور قیاس صحیح کو بھی حجت گردانتے تھے''۔

امام ابوبکر جصاص لکھتے ہیں کہ:

''كان عمر رضي الله عنه اذا نزل به نازلة من أمر الاحكام سأل الصحابة هل فيكم من يحفظ عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فاذا روى له فيها أثر قبله ولم يفتقر معه الى مشاورة ولا اجتهاد فاذا عدم حكمها في الكتب والسنة فزع الى مشاورة الصحابة والى اجتهاد الرأي فيها وكذلك كان امر اسائر الصحابة والتابعين ومن بعدهم''۔ ١٧

''حضرت عمرؓ کے سامنے جب کوئی نیا مسئلہ پیش ہوتا تو آپ صحابہ سے سوال کرتے کہ کسی کو یاد ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلق کیا فرمایا تھا اگر کوئی حدیث مل جاتی تو اسے قبول فرماتے اور پھر صحابہ سے مشاورت اور اجتہاد کی ضرورت محسوس نہ فرماتے اور جب کتاب وسنت میں اس کا حکم نہ پاتے تو پھر صحابہؓ سے مشاورت اور اجتہاد رائے پر مجبور ہوتے اور تمام صحابہؓ وتابعینؒ کا یہی معمول تھا''

امام الحرمین جوینی (م ۴۷۸ھ) فرماتے ہیں:

''لم يخل أحد من علماء الصحابة من الاجتهاد في مسائل وان لم ينقل عنهم الاجتهاد في مسألة واحدة فقد صح النقل المتواتر في مصير كل واحد منهم الى أصل الاجتهاد في مسائل قضى فيها أو أفتى بها عند أحداث''۔ ١٨

''علماء صحابہؓ میں سے کوئی بھی مسائل میں اجتہاد سے خالی نہیں رہا اگرچہ ان سے ایک مسئلہ میں بھی اجتہاد منقول نہ ہو کیونکہ یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ وہ ان میں سے

ہر ایک نئے پیش آمدہ مسائل میں فتویٰ یا فیصلہ فرماتے وقت اجتہاد فرماتے تھے"

امام جوینیؒ لکھتے ہیں کہ :

أن الصحابة رضوان الله عليهم تمسكوا با عتبار العلل وغلبة الأشباه"۔۱۹

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم علل واشباہ کی مدد سے قیاس کو دلیل بناتے تھے"

علامہ آمدی لکھتے ہیں کہ :

"أن الصحابة اتفقوا على استعمال القياس فى الوقائع التى لانص فيها من غير نكير من احد منهم"۔۲۰

"غیر منصوص مسائل میں قیاس کے استعمال پر تمام صحابہؓ کا اجماع تھا"

حاصل بحث یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہد زریں میں "قیاس" بطور اصل اور مصدر زیر استعمال رہا جیسا کہ عہد رسالت مآب میں ہی اس کا استعمال شروع ہو گیا تھا۔ اور قیاس کا دلیل اور حجت شرعیہ ہونا حضرات صحابہ کے اجماع واتفاق سے مبرھن اور ثابت ہے اور یہ اجماع واتفاق تواتر کے ساتھ منقول ہو کر ہم تک پہنچا ہے۔

جیسا کہ امام غزالی نے اس کی تصریح کی ہے کہ :

" وهذا مما تواتر الينا تواترا لاشك فيه"۔۲۱

"اور صحابہؓ کا اجتہاد وقیاس کے دلیل ہونے پر اجماع ایسے تواتر سے نقل ہوا ہے کہ جس میں کوئی شک نہیں"۔

اور علم اصول فقہ میں سب سے اہم چیز قیاس ہے اور اجتہاد کے میدان میں بھی سب سے اہم دائرہ قیاس کا ہے جس کو اپنی شروط اور "مالہ وما علیہ" مباحث کے ساتھ جیسا کہ ماقبل میں بیان ہوا ہے حضرات صحابہؓ کا اجماع واتفاق سے اپنے اجتہادات میں بطور اصل استعمال میں لانا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ علم اصول فقہ صحابہ کرامؓ کے مبارک ومسعود زمانے میں اصول اجتہاد واستنباط کی شکل میں موجود تھا جس کو تابعین اور ائمہ مجتہدین نے چار چاند لگائے اور نکھار کر ایک رفیع الشان علم امت کے سامنے پیش کیا جس نے امت کو اقوام

عالم کے سامنے تحدی اور امتیاز کے احساس سے مالا مال کیا۔ اس نکتے کی مزید توضیح صحابہ کرام کے دیگر اصولی قواعد کا جائزہ لینے کے بعد نظر قرطاس کی جائے گی۔

مصالح مرسلہ کا اعتبار:

حضرات صحابہ ؓ نے اپنے اجتہادی منہج میں جن قواعد اصولیہ کا اعتبار کیا ہے ان میں سے ایک مصالح عامہ کی رعایت بھی ہے جس کو اصولیین کی اصطلاح میں مصالح مرسلہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس منہج اصل کا اعتبار اگرچہ فقہاء کے مابین مختلف فیہ ہے لیکن حضرات صحابہؓ کے اجتہادی تصرفات میں اس کا رنگ جھلکتا نظر آتا ہے۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ نص کی مخالفت اور خواہش نفسانی کی اتباع میں حضرات صحابہؓ نے اس کو استعمال نہیں کیا بلکہ شریعت کے بالاتر مقاصد کے پیش نظر اس اصل کو کام میں لایا گیا اور یہ اصل بھی صحابہ کرامؓ نے نصوص شرعیہ سے ہی حاصل کی ہے کہ شریعت کا عمومی مزاج مصلحت عامہ کا اعتبار کرتا ہے جیسا کہ مریض کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کی رخصت اسی مصلحت کا مظہر ہے۔

چنانچہ اس کی بہترین مثال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عراق کی زمین مجاہدین میں تقسیم نہ کرنا ہے۔ بہت سے صحابہ کرامؓ کی رائے یہ تھی کہ زمین کو تقسیم کیا جائے جیسا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بعض مفتوحہ زمینیں تقسیم فرمائی تھیں البتہ حضرت عمرؓ عدم تقسیم کے حق میں تھے۔ امام ابو یوسفؒ (۱۸۲ھ) نے طرفین کے دلائل کو ذکر کیا ہے۔ حضرت عمرؓ اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وقد رايت ان احبس الأرضين بعلو جها واضع على اهلها الخراج وفى رقابهم الجزية يؤدونها فتكون فيألللمسلمين المقاتلة وذريته ولمن ياتى بعدهم أرأيتم هذه المدن العظام الشام والجزيرة والكوفة ومصر لا بدلها من ان تشحن الجيوش وادراء العطاء عليهم فمن اين يعطى هؤلاء اذا قسمت الأرضون والعلوج"۔ ۲۲

''میری رائے یہ ہے کہ میں ان زمینوں کو ان کے کارندوں سمیت روک لوں اور زمینوں پر خراج اور ان کی ذات پر جزیہ عائد کروں جس کو وہ ادا کریں تو یہ مجاھدین کی امداد اور بعد میں آنے والے مسلمانوں کیلئے فئی بن جائے آپ لوگوں کے سامنے

ہے کہ یہ بڑے بڑے شہر شام، عراق، کوفہ اور مصران میں بڑی بڑی افواج رکھنا ضروری ہے اوران کے وظائف ادا کرنا بھی ضروری ہے اگر یہ زمینیں اوران کے کارندے تقسیم کر دیئے جائیں تو یہ تنخواہ ہیں وغیرہ کدھر سے ادا کی جائیں گی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمومی مصلحت کے پیش نظر یہ فیصلہ فرمایا"

استاد عبدالوھاب ابراہیم ابوسلیمان اپنی لائق قدر کتاب "الفکر الاصولی" میں صحابہ کے اس اجتہادی منہج کی توضیح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"فقد أفتى الصحابة رضوان الله عليهم بعد وفاة الرسول في حوادث ووقائع لم تكن معهودة ولا معروفة في عهد الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وكانت فتاواه مبينة على مراعاة المصالح المرسلة وحدها ومن ذلك جمع القرآن الكريم في مجموعة واحدة بعد ان كان في صحف متفرقة واستخلاف أبي بكر الصديق قبل وفاته عمر بن الخطاب وجعل عمر الأمر بعده شورٰى بين ستة من الصحابة يكون الخليفة واحدا منهم يختارونه فيما بينهم وتد وين عمر الدواوين واسقاطه حد السرقة عام المجاعة وتفيه نصر بن حجاج عن مكة وكان شابا جميلا حينما سمع تشبيب النساء به خوف الفتنة وأشباه هذه المسائل كثيرة مما افتى فيها الصحابة وكان سندهم في الافتاء المصالح المرسلة" ۲۳

"حضرات صحابہ نے آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد ایسے بے شمار واقعات وحوادث میں فتاوٰی دیئے جو عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود نہیں تھے اور یہ فتاوٰی فقط مصالح مرسلہ کی رعایت پر مبنی تھے ان فتاوٰی میں سے قرآن کریم کا ایک مجموعہ میں جمع کرنا، حضرت ابوبکرؓ کا حضرت عمرؓ کو اپنی وفات سے قبل خلیفہ نامزد کرنا اور حضرت عمرؓ کا خلیفہ کی نامزدگی کو چھ حضرات کی شوریٰ میں منحصر کرنا اور دیوانوں کو مدون کروانا اور

قحط کے سال حد سرقہ ساقط کرنا اور نصر بن حجاج کو مکہ بدر کرنا جو کہ انتہائی خوبصورت
جوان تھے اور عورتوں سے ان کا تذکرہ سن کر فتنہ کے خوف سے ان کو مکہ سے نکال دیا اور
ایسے ہی بہت سے مسائل جن کی دلیل صرف مصالح مرسلہ کا اعتبار ہے''

معلوم ہوا کہ ''مصالح مرسلہ'' جو کہ اصولی منہج ہے یہ صحابہ کرامؓ کے مبارک و مسعود عہد میں ہی بطور دلیل و اصل صحابہؓ کے اجتہادات میں کارفرما تھا۔

اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے اجتہادات میں ان اصولی مناہج کا التزام ہوتا تھا جن کے اظہار و اکتشاف اور ان کو علمی و فنی مصطلحات کا لباس دے کر ائمہ مجتہدین نے ''علم اصول فقہ'' کا نام دیا۔

سد ذرائع:

حضرات صحابہؓ کے اجتہادی منہج کا ایک اہم اصول سد ذرائع بھی تھا جو بعد میں فقہاء و مجتہدین کے مابین بطور دلیل مختلف فیہ بھی رہا ہے۔البتہ حضرات صحابہؓ کے اجتہادات میں اس کی امثلہ بکثرت موجود ہیں اس کی بہترین مثال ''مطلقہ مغلظہ'' جس کو خاوند نے مرض الوفات میں تین طلاقیں دی ہوں اس کی میراث میں حضرت عمر عثمان و علی اور اُبی بن کعب رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہؓ کا فیصلہ ہے کہ یہ خاوند کی وارث ہوگی۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ طلاق دینا اگر چہ فی نفسہ مباح ہے لیکن مرض الوفات میں طلاق دینا یہ عمداً زوجہ کو میراث سے محروم کرنے کی سعی ہے۔لہذا صحابہ کرامؓ کا یہ فیصلہ عورتوں کی اس محرومی کے خاتمہ کیلئے بطور سد ذریعہ نافذ کیا گیا۔اور اس فیصلہ کو تمام صحابہؓ نے تسلیم کیا۔

ابن قیم لکھتے ہیں کہ:

"وافتی عمر وعثمان وعلي وأبي بن كعب وغيرهم من الصحابة أن المبتوتة في مرض الموت ترث و وافقهم سائر المهاجرين والأنصار من أهل بدر وبيعة الرضوان ومن عداهم"۔ ۴۴

''دوسری مثال یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بعض لوگوں نے بیعت رضوان والے درخت کے پاس جا کر نماز پڑھنا شروع کر دیا تو حضرت عمر نے شرک کے خوف سے اس درخت کو کٹوا دیا۔۴۵

یہ سد ذریعہ ہے جو کہ ایک اصولی منہج ہے جس کو صحابہ کرام نے اپنے اجتہادات میں استعمال کیا اور

بعد میں فقہاء نے اس کو علمی اصطلاح اور ماخذ احکام کے طور پر پیش کیا۔

النھی للتحریم أو الکراھة.

صحابہ کرام کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ نہی کو کبھی تحریم کے لیے سمجھتے تھے اور کبھی کراہت کے لیے اس لیے کبھی ان کے درمیان اختلاف بھی ہوجاتا تھا کہ یہاں نہی کس کے لیے ہے۔

اس کی مثال یہ ہے:

آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

لاتقام الحدود فی المساجد . ۲٦۔

صحابہ کرامؓ اس نہی کو تحریم پر محمول کرتے تھے چنانچہ اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک آدمی کو مسجد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تاکہ اس پر حد جاری کی جائے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

أخرجاہ من المسجد ثم اضرباہ .۲۷۔

اس کو مسجد سے باہر جاکر مارو۔

اور قضاء حاجت کے وقت استقبال قبلہ سے نہی کو بعض حضرات صحابہ کرامؓ کراہت پر محمول کرتے ہیں جیسا کہ حضرت جابرؓ کو ان کی وفات سے قبل استقبال قبلہ کی حالت میں قضاء حاجت کرتے ہوئے دیکھا گیا جبکہ دیگر صحابہ کرامؓ اس کو تحریم پر ہی محمول کرتے تھے۔۲۸

العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب.

یعنی استنباط حکم میں اعتبار اس بات کا ہے کہ نص کے الفاظ عام ہیں یا خاص حکم کے عموم وخصوص سے چنداں فرق نہیں پڑتا۔ فقہاء کا یہ قاعدہ حضرات صحابہؓ کے اجتہادات میں بھی موجود تھا چنانچہ حضرت ابوذر غفاریؓ اسی کے قائل تھے چنانچہ آیت قرآنی

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔۲۹

جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور ان کو راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی بشارت دیجئے۔

حضرت معاویہؓ کی رائے یہ تھی کہ :

"ما هذه فينا ماهذه إلا في اهل الكتب"

''کہ یہ وعید اہل کتاب کے لئے ہے ہمارے لئے نہیں ہے''

جب کہ حضرت ابوذرؓ کی رائے یہ تھی کہ :

انهالفينا وفيهم. ۳۰

یعنی سبب اگر چہ خاص ہے لیکن الفاظ عام ہیں اس لئے یہ وعید ہمارے لئے بھی ہے۔

الأصل فى الأشياء الإباحة:

یہ بھی فقہاء کا اصول ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے البتہ شارع کی تحریم سے حرمت آتی ہے۔ اس اصول کو بھی حضرات صحابہؓ نے ملحوظ رکھا چنانچہ یحیی بن عبد الرحمن بن حاطب کا بیان ہے کہ :

"أن عمر بن الخطاب خرج في ركب فيهم عمرو بن العاص حتى وردوا حوضافقال عمرو بن العاص لصاحب الحوض هل ترد حوضك السباع قال عمر بن الخطاب يا صاحب الحوض لا تخبرنا فانا نردا على السباع وترد علينا" ۳۱

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ چند سواروں کے ہمراہ نکلے جن میں عمرو بن العاص بھی تھے یہ قافلہ ایک حوض پر پہنچا تو عمرو نے حوض کے مالک سے پوچھا کہ کیا تمہارے حوض پر درندے آتے ہیں تو حضرت عمر نے حوض والے سے کہا کہ نہ بتانا کہ کبھی درندے ہم سے پہلے آتے ہوں گے اور کبھی ہم ان سے پہلے آتے ہوں گے''

اب حضرت عمرؓ کا یہ فرمان بعینہ فقہاء کے مذکورہ قاعدہ کے موافق ہے۔

مفہوم مخالف :

یہ بھی ایک اصولی بحث ہے اور جس کا مستدل ہونا استنباط احکام میں مختلف فیہ ہے۔ صحابہ کرام کے بعض آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اس سے بھی استدلال کرتے تھے۔

چنانچہ حضرت شقیق بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ ایک بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اور

میں دوسری بات کہتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تو یہ ہے کہ :

"من مات وهو يدعو من دون الله ندا دخل النار وقلت أنا من مات وهو لا يدعو الله ندا دخل الجنة"۔ ۳۲

"جس کی موت اس حالت میں آئی کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور کو پکارتا ہوا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا اور میں کہتا ہوں کہ جس کی موت آئی اور وہ اللہ کے سوا کسی اور کو نہ پکارتا ہوا وہ جنت میں داخل ہوگا"

حضرت شقیق کا یہ فرمان "مفہوم مخالف" کے استعمال کی دلیل ہے۔

نسخ المتقدم بالمتأخر:

ایک ہی مسئلہ میں وارد مختلف نصوص میں رفع تعارض کیلئے اگر مقدم مؤخر کا علم ہو تو مقدم منسوخ ہوتی ہے۔ حضرات صحابہؓ اس اصول سے بخوبی آگاہ تھے اور انہوں نے اپنے اجتہادات میں اس کی تصریح بھی کی ہے۔ چنانچہ متوفّٰی عنہا زوجہا حاملہ کی عدت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی رائے وضع حمل کی ہے وہ اپنی رائے کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ :

"أن الآية في سورة النساء القصرى وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن نزلت بعد الأية التي في سورة البقرة والذين يتوفون منكم"۔ ۳۳

"یعنی سورۂ طلاق، سورۂ بقرہ کے بعد نازل ہوئی" گویا کہ سورۃ الطلاق ناسخ ہے"

اس روایت سے جہاں "نسخ" کا اصول معلوم ہوتا ہے وہیں ایک اور اصول بھی سامنے آتا ہے جس پر شریعت اسلامی کا مدار ہے اور اصول فقہ کی اساس ہے۔ وہ اصول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ان الفاظ سے مترشح ہوتا ہے جن کو بخاری نے روایت کیا وہ الفاظ یہ ہیں کہ :

أتجعلون عليها التغليظ ولا تجعلون لها الرخصة۳۴۔

"تم اس متوفی عنہا زوجہا پر سختی کرتے ہو اس کیلئے رخصت والی صورت نہیں بتاتے"

گویا شریعت اسلامیہ رخصت اور سہولت والے پہلو کو مستحسن سمجھتی ہے۔ اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ :

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ :

"أخر الأمرين من رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ترك الوضوء مما غيرت النار"۔۳۵

''آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری عمل آگ سے پکی چیزیں کھانے کے بعد وضو نہ کرنا تھا''

گویا یہ عمل پہلے عمل کیلئے ناسخ ہے۔ بہرکیف یہ بات ثابت ہوئی کہ صحابہ کرامؓ جن قواعد اصولیہ جو اگرچہ اس وقت مصطلحات علمیہ کی شکل میں موجود نہیں تھے سے اپنے اجتہادات میں مدد لیتے تھے ان میں سے ایک نسخ المتقدم بالمتاخر بھی ہے۔ جو ظاہر ہے کہ علم الاصول کی ایک بحث ہے اور عہد صحابہؓ میں اس کی بالتصریح موجودگی علم اُصول فقہ کے اس ارتقائی سفر کی غماز ہے جس کا نقطۂ آغاز عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ظہور پذیر ہو گیا تھا۔ اس کے سوا بھی بہت سے اُصولی قواعد مثلاً تخصیص عموم، جمع بین الدلیلین وغیرہ بھی حضرات صحابہؓ سے منقول ہیں جو اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ علم اصول فقہ عہد صحابہؓ میں ہی کافی ارتقائی منازل طے کر چکا تھا اور اس وقت کی ضرورت کے لحاظ سے کافی اصولی مباحث موجود تھے اور زیر استعمال تھے بہر حال قواعد و اصول عہد صحابہؓ میں موجود تھے اور زیر استعمال تھے۔ اگرچہ ان کے اصطلاحی نام اور باقاعدہ جامع و مانع حدود موجود نہ تھیں اور باقاعدہ فنی شکل میں مدون نہ تھے جیسا کہ امام الحرمین جوینی فرماتے ہیں کہ:

"والصحابة رضي الله عنهم ما اثمتوا بتبويب الأبواب ورسم الفصول والمسائل لعم كانوا مستعدين للبحث عند مسيس الحاجة اليه متمكنين وما اضطررا الي تمهيد القواعد ورسم الفروع والأمثلة لأن الأمر في زمانهم لم تضطرب كل الاضطراب"۔۳۶

''اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم ابواب و فصول اور مسائل مرتب کرنے کی طرف متوجہ نہیں البتہ بوقت ضرورت وہ اس کی استعداد و صلاحیت ضرور رکھتے تھے اور نہ ہی وہ وضع قواعد اور فروع و امثلہ پیش کرنے کے حاجتمند ہوئے کیونکہ ان کے مبارک زمانے کے امور میں آج کی طرح اضطراب نہیں تھے''

عہد صحابہؓ میں اُصول فقہ کی صورت:

ماقبل کی بحث سے یہ بات منقح ہو کر سامنے آئی علم اُصول فقہ اپنے ارتقاء کے اس ابتدائی عہد میں اُصول اجتہاد کی شکل میں موجود تھا۔ کیونکہ حضرات صحابہؓ سے اجتہاد کا وقوع و صدور شک و شبہ سے بالاتر ہے اور

ان اجتہادات میں اصولی مناہج کا التزام بھی مبرھن اور مدلل بات ہے اس لئے یہ کہنا بالکل قرین قیاس اور علم اُصول فقہ کے شعوری ارتقاء کے عین مطابق ہے جس کا خمیر حضرات صحابہؓ کو ذات رسالت مآب کی صحبت طویلہ اور مزاج شناسی سے میسر ہوا تھا وہ اس مبارک زمانے میں پھلا پھولا اور حضرات صحابہؓ کے تصرفات ہی سے آئمہ مجتہدین اور اصولیین نے علم اصول فقہ کی مباحث کو اخذ کیا۔

چنانچہ امام الحرمین جوینی لکھتے ہیں کہ:

"نحن نعلم قطعا أن الوقائع التی جرت فیها فتاوٰی علماء الصحابة وأقضیتهم تزید علی المنصوصات زیادة لایحصرها عدولا تحویها حد فانهم قالبسون فی قریب من مائة سنة والوقائع تتری والنفوس الی البحث طلقة وما سکتوا عن واقعة صائرین الی انه لا نص فیها والآیات والأخبار المشتملة علی الأحکام نصاو ظاهرا بالا ضافة الی الأقضیة والفتاوی کغرفة من بحر لا ینزف وعلی قطع نعلم أنهم ما کانوا یحکمون بکل مایعن لهم من غیر ضبط وربط ولا خطة قواعد متبعة عندهم وقد تواتر من شیمهم أنهم کانوا یطلبون حکم الواقعة من کتاب الله تعالی فان لم یصادفوه فتشوا فی سنن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فان لم یجدوها اشتوروا ورجعوا الی الرأیی"۔ ۳۷

''یہ بات ہم یقینی طور پر جانتے ہیں کہ جن واقعات وحوادث میں صحابہؓ کے فتاوٰی وقضایا جاری ہوئے ان کی تعداد منصوص مسائل سے بہت زیادہ ہے کیونکہ وہ تقریباً ایک صدی قیاس فرماتے رہے اور واقعات وحوادث روز پیش آتے ہیں جن کا حل درکار ہوتا ہے اور صحابہؓ غیر منصوص مسائل میں بھی خاموش نہیں رہتے تھے۔ احکام پر مشتمل آیات واحادیث صحابہ کے فتاوٰی کی نسبت مقدار میں ایسے ہیں جیسا کہ وسیع سمندر کے سامنے ایک کمرہ۔ اور یہ بات بھی قطعی طور پر معلوم ہے کہ یہ حضرات پیش آمدہ مسائل میں کیف ما اتفق اور قواعد وضوابط کو ملحوظ رکھے بغیر فیصلہ نہیں فرماتے تھے۔

اور حضرات صحابہؓ کی یہ عادت تواتر سے منقول ہے کہ وہ حکم کو کتاب اللہ سے طلب کرتے دوسری صورت میں حدیث میں تلاش کرتے نہ ملنے پر مشاورت کرتے اور اجتہاد بالرائے سے کام لیتے''

''علم اُصول فقہ'' عہد صحابہؓ میں معروف تھا:

حضرات صحابہؓ کے مبارک و مسعود زمانے میں قواعد اُصولیہ کا استعمال تو بالائے بحث ہے۔ البتہ ان کی شہرت و تعارف کی تصریح شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ نے نہایت ہی واضح اور قطعی انداز میں ان الفاظ کے ساتھ کی:

''ان الکلام فی أصول الفقه وتقسیمها الی الکتاب والسنة والا جماع واجتهاد الرأی والکلام فی وجه دلالته الأدلة الشرعیة علی الأحکام أمر معروف من زمن أصحاب محمد.... وهم کانوا أقعد بهذا الفن وغیره من فنون العلم الدینیة ممن بعدهم''۔[۳۸]

''اصول فقہ میں گفتگو اور اس کی کتاب وسنت اور اجماع وقیاس کی طرف تقسیم اور اَدلہ شرعیہ کی احکام پر دلالت پر گفتگو ایسا معاملہ ہے جو حضرات صحابہ کے زمانے میں معروف و مشہور تھا اور وہی اس فن کے بعد والوں سے زیادہ ماہر اور متبحر تھے''۔

٭بعض مصطلحاتِ اُصولیہ کا ظہور:

علم اُصول فقہ کے ارتقاء میں یہ انتہائی اہم پیش رفت ہے کہ بعض مصطلحات اصولیہ کا ظہور بھی خود صحابہ کرامؓ کے مبارک زمانے میں ہو گیا تھا۔ مناہج وقواعد اصولیہ کا وجود جس کو بعد میں فقہاء نے علمی عناوین اور فنی مصطلحات کے ڈھانچے میں پیش کیا وہ تو مسلم بات ہے البتہ بعض اصولی اصطلاحات کا ظہور بھی اسی مبارک زمانے میں ہو گیا تھا۔

چنانچہ ''الرسالۃ'' کے محقق الشیخ خالد السبع العلمی اپنی تحقیق پیش فرماتے ہیں کہ:

''قد ظهر فی هذه الفترة مصطلحی القیاس والاجماع''۔[۳۹]

''یعنی قیاس اور اجماع کی اصطلاح اسی زمانہ یعنی عہد صحابہ میں ظاہر ہو گئی تھیں''۔

محقق ''الرسالۃ'' شیخ خالد السبع العلمی لکھتے ہیں کہ:

''لاشك أیدا بأن الصحابة ومنهم الخلفاء الراشدون ومن بعدهم التابعون تکلموا فی أصول الفقه وعرفت عنهم هدایات للمصطلحات

الأصولية التي مازلنا نستعملها حتى اليوم"۔۴۰

''اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ صحابہؓ جن میں خلفاء راشدینؓ بھی شامل ہیں اوران کے بعد تابعین انہوں نے اصول فقہ میں تکلم کیا اوران سے اصولی مصطلحات کی بنیادیں اور مبادی منقول ہیں جن کو ہم آج تک استعمال کر رہے ہیں۔اور ماقبل میں جابجا مذکور آثار صحابہؓ سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے''۔

حاصل بحث:

اس بحث سے کئی باتوں کی وضاحت اور تنقیح سامنے آتی ہے۔

اولاً: یہ کہ صحابہ کرامؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجتہاد و قیاس کی جو تعلیم دی تھی صحابہؓ نے اس کو پیش آمدہ مسائل کے حل کا ذریعہ بنایا اور تقریباً ایک صدی وہ امت کی رہنمائی کرتے رہے۔

ثانیاً: یہ کہ حضرات صحابہؓ کے تمام اجتہادات مناہج اور قواعد اصولیہ کے التزام کے ساتھ ہوتے تھے۔

ثالثاً: یہ کہ حضرات صحابہؓ اگرچہ فہم نصوص وغیرہ کیلئے قواعد لغویہ وغیرہ کے محتاج نہ تھے پھر بھی ان کے اجتہادات میں موجود قواعد اصولیہ کی تصریح اور اظہار جابجا موجود ہے۔

رابعاً: یہ کہ صحابہ کرام کے اجتہادات باہم متفق و مختلف ہوتے تھے۔

خامساً: یہ کہ صحابہ کرام کے اجتہادات کا دائرہ قیاس پر ہی محصور نہ تھا بلکہ وہ دیگر طرق اجتہاد بھی استعمال کرتے تھے۔

سادساً: یہ کہ صحابہؓ نے مصادر شریعت میں اجماع اور مصالح مرسلہ کا اضافہ کیا جو عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود نہ تھے۔

سابعاً: یہ کہ ''علم اُصول فقہ'' میں تکلم عہد صحابہؓ میں معروف تھا۔

ثامناً: یہ کہ بعض اصولی مصطلحات بھی اسی مبارک زمانے میں ظاہر ہوئیں۔

بہرکیف مختصر یہ کہ علم اُصول فقہ کے ارتقائی سفر میں عہد صحابہؓ نہایت اہمیت کا حامل ہے جس میں اصولی مناہج اور قواعد تشکیل پا رہے ہیں۔چنانچہ دیگر علوم سے قطع نظر علم اُصول فقہ کی وضع و ابتداء اسی شعوری ارتقاء کے نتیجے میں عمل میں آئی۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ السنن الکبری للبیھقی۔ ۱۹۶/۱۰، کتاب آداب القاضی، باب ما یقضی بہ القاضی ویفتی بہ المفتی،(تحقیق)محمد عبالقادر عطاء،دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان،ط:۳، ۲۰۰۳م؛ اعلامہ الموقعین عن رب العالمین،ابن القیم،(تحقیق)محمد بن عبدالسلام ۴۹/۱،الناشر دار الکتب العلمیۃ،بیروت،ط:۱، ۱۹۹۱م

۲۔ ایضاً

۳۔ الاحادیث المختارہ أو المستخرج من الاحادیث المختارہ مما لم یخرجہ البخاری و مسلم فی صحیحھما،ضیاء الدین أبو عبداللہ محمد بن عبدالواحد المقدسی، ۲۳۹/۱۰،(دراسۃ وتحقیق) معالی الأستاذ الدکتور عبدالملک بن عبداللہ بن دھیش،الناشر دار خضر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت،لبنان،ط:۳، ۲۰۰۰م؛السنن البیھقی ۱۹۶/۱۰؛اعلام الموقعین ۴۹/۱؛سیر أعلام النبلاء، ۱۰۱/۴،شمس الدین الذھبی (تحقیق) مجموعۃ من المحققین باشراف شعیب الارناؤوط،الناشر موسسۃ الرسالۃ،ط ۱۹۸۵م؛الاحکام فی أصول الاحکام،ابن حزم الأندلسی القرطبی الظاھری، ۲۹/۶(تحقیق) الشیخ احمد محمد شاکر،الناشر،دار الآفاق الجدیدۃ،بیروت

۴۔ السنن الصغری للنسائی،احمد بن شعیب النسائی، (تحقیق) عبدالفتاح ابوغدۃ،باب الحکم باتفاق اھل العلم، ۲۳۰/۸،الناشر،مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب، ط:۱۹۸۶م؛المستدرک علی الصحیحین،ابوعبداللہ الحاکم النیشاپوری، ۱۰۶/۴،(تحقیق) مصطفی عبدالقادر،الناشر دار الکتب العلمیۃ،بیروت،ط:۱، ۱۹۹۰م؛ کتاب الاحکام، ۱۰۶/۴؛السنن الکبری للبیھقی،باب ما یقضی بہ القاضی، ۱۹۶/۱۰،اعلام الموقعین ۵۰/۱

۵۔ الطبقات الکبری،محمد بن سعد المعروف بہ ابن سعد، ۳۶۶/۲(تحقیق)احسان العباس، الناشر دار صادر،بیروت،ط:۱، ۱۹۶۸م؛الاصابہ فی تمییز الصحابۃ،ابن حجر العسقلانی ۱۲۹/۴،(تحقیق)عادل احمد و علی محمد معوض،الناشر دار الکتب العلمیۃ، بیروت،ط:۱، ۱۴۱۵ھ؛اعلام الموقعین ۱۰۹/۴

۶۔ تفسیر الطبری۔جامع البیان عن تأویل آی القرآن،محمد بن جریر الطبری، ۴۷۵/۶،(تحقیق) الدکتور عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی،الناشر دار ھجر للطباعۃ

والنشر،ط:۱، ۲۰۰۱م

۷۔ سنن الترمذی،ابواب النکاح ،باب ماجاء فی الرجل یتزوج المراۃ فیموت عنھاقبل ان یفرض لھا،۲/٤٤۱(تحقیق) بشار عواد ،الناشر دار الغرب الاسلامی ،بیروت ، ۱۹۹۸م؛الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان،محمد بن حبان بن احمد بن حبان ، ۹/٤۱۰؛(ترتیب)الأمیر علاء الدین علی ،(بتحقیق) شعیب الارنوؤط ،الناشر موسسۃ الرسالۃ ،بیروت ،ط:۱، ۱۹۸۸م؛سنن ابی داؤد،ابو داؤد سلیمان بن اشعث ،۲/۲۳۷، کتاب النکاح ،باب فیمن تزوج ولم یسم صداقا حتی مات،(تحقیق) محمد محی الدین عبدالحمید ،الناشر المکتبۃ العصریہ ،بیروت

۸۔ تفسیرطبری٤/۲٤۸　　۹۔ الطلاق:٤

۱۰۔ البقرۃ:۲۳٤　　۱۱۔ تفسیر طبری ٤/۸۹۔۹۸

۱۲۔ دیوان المبتدأ والخبر فی تاریخ العرب والبربر ومن عاصرھم من ذوی الشأن الاکبر (المعروف بمقدمۃ ابن خلدون) عبدالرحمن بن محمد ابن خلدون،ص:۲۷۳، المحقق :خلیل شحادۃ ، الناشر:دارالفکر ، بیروت ۔ط:۲، ۱۹۸۸م۔

۱۳۔ السنن الکبری للبیہقی، کتا ب آداب القاضی،باب ما یقضی بہ القاضی، ۱۰/۱۹۷؛ سنن الدار قطنی أبوالحسن علی بن عمرالبغدادی ٥/۳٦۷، کتاب عمرالی ابی مو سیٰ الا شعری، (تحقیق) شعیب الأرنووط وآخرون،الناشر:موسسۃ الرسالۃ، بیروت۔ط:۱، ۲۰۰٤م؛ اعلام المو قعین ۱/٦۸

۱٤۔ تاریخ ابن خلدون (المقدمہ) ۱/٥۷٤۔٥۷۳　　۱٥۔ اعلام الموقعین ۱/۱٥٥

۱٦۔ مجموع الفتاوی ،ابن تیمیہ ، ۱۹/۲۸٥،(تحقیق)عبدالرحمن بن محمد ،الناشر،مجمع الملک فھد لطباعۃ ،المدینۃ المنورۃ ، ۱۹۹٥م

۱۷۔ الفصول فی الاصول ،ابوبکر الرازی الجصاص الحنفی ، ۲/۳۱۹،الناشر وزارت الاوقات الکویتیۃ ،ط:۲، ۱۹۹٤م

۱۸۔ البرھان فی اصول الفقہ ،عبدالملک بن عبداللہ محمد الجوینی ، ۲/۱٤،(تحقیق) صلاح بن محمد ،الناشر ،دارالکتب العلمیۃ بیروت ،ط:۱، ۱۹۹۷م

۱۹۔ الإجتھاد(من کتاب التلخیص للامام الحرمین ،محمد الجوینی) ، ٦۹،(تحقیق) دکتو رعبدالحمید ،الناشر، دارالقلم ،دمشق،ط:۱، ۱٤۰۸ھ

۲۰۔ الاحکام فی اصول الاحکام ،ابو الحسن الآمدی ، ٤/٤٠،(تحقیق) عبدالرزاق عفیفی، الناشر المکتبۃ الاسلامی ،بیروت

۲۱۔ المستصفی،ابوحامد الغزالی ، ۲۸٦(تحقیق)محمد بن عبدالسلام ،الناشر دار الکتب العلمیۃ ،ط:۱۹۹۳،۱م

۲۲۔ کتاب الخراج ،امام ابویوسف ،۳٦،(تحقیق)طہ عبدالرؤف و سعد حسن ،الناشر المکتبۃ الازھریۃ ،صحیح البخاری ،محمد بن اسماعیل البخاری ،٦٨/٩،محمد زھیر بن ناصر، الناشر دار طوق النجاۃ ،ط :١٤٢٢،١ھ

۲۳۔ الفکر الأصولی ٣٨،٣٧ ۲٤۔ اعلام الموقعین ١٣٧/٣

۲۵۔ اجتھاد الرسول ص ٣١١

۲٦۔ سنن ترمذی ،باب ما جآء فی الرجل یقتل ابنہ،

۲۷۔ صحیح البخاری، باب من حکم فی المسجد حتی اذا أتی علی حد أمر أن یخرج من المسجد فیقام وقال عمر أخرجاہ من المسجد ٢٦٢١/٦،مصنف عبد الرزاق،باب ھل تقام الحدود فی المساجد،٤٣٦/١(تحقیق)حبیب الرحمن الاعظمی ،المجلس الاعلمی الھند

۲۸۔ الانصاف فی بیان سبب الاختلاف ص ٨٠ ٢٩۔توبہ ٣٤،

۳۰۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ، والذین یکنزون الذھب،٦٥/٦

۳۱۔ الموطأ،مالک بن انس ، باب الطھور للوضوء، ٣١/٢،(تحقیق) مصطفی الاعظمی، الناشر،الموسسۃ زید بن سلطان ،أبوظبی ،الامارت،ط:١، ٢٠٠٤م

۳۲۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر ،باب قولہ ومن الناس من یتخذ من دون اللہ أندادا ،٢٣/٦

۳۳۔ مصنف عبدالرزاق٤٧١/٨

۳٤۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب والذین یتوفون منکم،٦ /٣٠

۳۵۔ سنن أبی داؤد،باب فی ترک الوضوء مما مست النار ٤٩/١

۳٦۔ البرھان فی اصول الفقہ ١٤/٢ ۳۷۔ ایضاً

۳۸۔ مجموع الفتاوی ٤٠١/٢٠ ۳۹۔ الرسالۃ ،مقدمہ التحقیق ١٢

٤٠۔ ایضاً ،٢٣

☆☆☆☆☆